سود کی لعنت

نجات کی راہ میں اصل رکاوٹ

پروفیسر خورشید احمد

منشورات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اس بارے میں دو آرا ممکن نہیں کہ مسلمان معاشرہ اور سودی نظام ایک دوسرے کی ضد ہیں اور یہ دونوں بیک وقت پنپ نہیں سکتے۔ ایک کا وجود دوسرے کی نفی ہے' ایک کا غلبہ دوسرے کے لیے پیغام موت ہے۔ یہ دو برسر جنگ تصورات ہیں جن میں کوئی سمجھوتہ ممکن نہیں۔ جن افراد اور جن معاشروں پر سودی نظام کا غلبہ ہو وہ حقیقی مسرت اور خوش حالی سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں اور ان پر خالق ارض وسما کی برکتیں کبھی سایہ فگن نہیں ہوتیں۔ وہ معاشرے ھل من مزید کی آگ میں جلتے رہتے ہیں اور انسان انسان کا غم خوار اور دم ساز ہونے کی بجائے ایک دوسرے کا خون چوسنے اور حق مارنے میں مشغول رہتا ہے اور اس کو معاشی کامیابی سمجھتا ہے جب کہ قرآن ایسے افراد اور معاشرے کی مثال اس شخص سے دیتا ہے جسے شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو (کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۔البقرہ۲:۲۷۵) اور جن کے خلاف خود اللہ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ کیا ہو (فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ ۔البقرہ۲:۲۷۹) وہ فرد اور معاشرہ کیسے چین کی زندگی گزار سکتا ہے جو مسلسل اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے برسر جنگ ہو۔

سود کی قباحت اور ہولناکی کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو انداز بیان اختیار فرمایا ہے اس کے بعد کسی صاحب ایمان کے لیے یہ گنجایش نہیں کہ وہ ایک لمحے کے

لیے بھی اس قاتل ایمان وضمیر واخوت کو گوارا کر سکے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سود اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس کو ستر اجزا میں تقسیم کر دیا جائے تو اس کا ایک ہلکے سے ہلکا جز اس گناہ کے برابر ہوگا کہ ایک آدمی اپنی ماں کے ساتھ زنا کر مرتکب ہو۔ العیاذ باللہ (ابن ماجه، بیهقی)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ سب سے سچے انسان ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی سود کا ایک درہم کھاتا ہے وہ چھتیس مرتبہ بدکاری کرنے سے زیادہ سخت گناہ کماتا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ جو گوشت مال حرام سے بنا ہو اس کے لیے آگ ہی زیادہ مستحق ہے (مسند احمد و طبرانی) نیز حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی بستی میں بدکاری اور سود پھیل جائے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو اپنے اوپر دعوت دی (مستدرك حاكم) اور یہ کہ جب کسی قوم کے باہمی لین دین میں سود کا رواج ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان پر ضروریات کی گرانی مسلط کر دیتا ہے اور جب کسی قوم میں رشوت عام ہو جائے تو ان پر دشمنوں کا رعب و غلبہ حاوی ہو جاتا ہے (مسند احمد)۔ اگر آج ہم بصیرت کی نظر خود اپنے اردگرد ڈالیں اور اپنے ملک کی حالت کو دیکھیں تو مخبر صادق کی پیش گوئی سوفی صد درست نظر آتی ہے اور اہل ایمان کو توبہ اور رجوع الی اللہ کی دعوت دیتی ہے کہ صرف یہی نجات کی راہ ہے!

سود کے بارے میں پاکستانی قوم کے جذبات اور اس کی قیادتوں کے رویے میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہو سکی۔ قائداعظمؒ نے پاکستان کے اسٹیٹ بنک کے افتتاح (جولائی ۱۹۴۸) کے موقع پر جو تقریر کی تھی اس میں سود سے پاک مالیاتی نظام کو قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ ۱۹۵۶ کے دستور سے لے کر ۱۹۷۳ کے دستور تک ہر ایک میں سودی نظام سے نجات کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہے۔ اسلامی مشاورتی کونسل ۶۵۔۱۹۶۲ اور ۱۹۶۹ نے بار بار اس امر کا اظہار کیا کہ سود کو اس کی ہر شکل میں ختم کیا جائے اور متبادل نظام قائم کیا جائے لیکن برسر اقتدار طبقوں نے اس طرف کوئی پیش رفت نہیں کی۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے ۲۹ ستمبر ۱۹۷۷ کو اسلامی نظریاتی

کونسل کو سود سے پاک نظام مرتب کرنے کا کام سونپا اور کونسل نے ۱۵ ماہرین معاشیات و بنک کاری کے تعاون سے نومبر ۱۹۷۸ میں اپنی عبوری رپورٹ اور جون ۱۹۸۰ میں مکمل رپورٹ پیش کی۔ انھی رپورٹوں کی روشنی میں جنرل محمد ضیاء الحق نے ۱۰ فروری ۱۹۷۹ (۱۲ ربیع الاوّل) کو تین مالیاتی اداروں کو سود سے پاک کرنے کا پہلا عملی اقدام کیا جس پر یکم جولائی ۱۹۷۹ کو عمل ہوا۔ ۱۹۸۰ سے دوسری اصلاحات کا آغاز کیا گیا جو لشتم پشتم ۱۹۸۴ تک جاری رہیں۔ اس زمانے میں سودی نظام کے علم بردار (ملکی اور غیر ملکی دونوں) اور دوسرے مفاد پرست عناصر ان اصلاحات کا حلیہ بگاڑنے اور گاڑی کو پٹڑی سے اتارنے کی مسلسل کوششیں کرتے رہے اور بالآخر ۱۹۸۵ سے عملاً ان تمام اقدامات کو غیر موثر کر دیا گیا جن کا آغاز ۱۹۷۹ سے ہوا تھا۔ اس جوابی تحریک (counter revolutionary movement) کو ۱۹۹۰ میں اسلامی جمہوری اتحاد کے برسر اقتدار آنے پر چیلنج کیا گیا اور شریعت کی بالادستی کے مطالبے نے زور پکڑا۔ وزیراعظم صاحب نے خود انحصاری کے لیے جو کمیٹی بنائی تھی اور جس نے راقم الحروف کی سربراہی میں کام کیا تھا اس نے اپریل ۱۹۹۱ میں ایک رپورٹ پیش کی اور ملکی معیشت اور بین الاقوامی معاشی تعلقات کو سود سے پاک کرنے کے لیے ایک واضح حکمت عملی اور نقشہ عمل پیش کیا۔ نیز وفاقی شرعی عدالت نے دس سال کی بے اختیاری کے بعد اختیارات بحال ہونے پر دسمبر ۱۹۹۱ میں ایک تاریخی فیصلہ دیا جس کے تحت سود پر مبنی ۲۰ قوانین کو کالعدم قرار دیا اور حکومت کو ۶ ماہ کی مہلت دی کہ متبادل قانون سازی کرے لیکن حکومت نے اس فیصلے پر عمل کرنے کے بجائے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی اور دوسری طرف خود انحصاری رپورٹ کو طاق نسیاں کی نذر کر دیا۔

یہ ہے وہ پس منظر جس میں قوم نے ایک بار پھر یہ مطالبہ کیا ہے کہ سپریم کورٹ سے اپیل واپس لی جائے اور شرعی عدالت کے مشورے سے سودی نظام سے نجات کے لیے عملی اقدام کیا جائے۔ لیکن اس بعد والے راستے کو اختیار کرنے کی بجائے ایک بار پھر نئے کمیشنوں اور

نئی کمیٹیوں کا راستہ اختیار کیا جا رہا ہے اور قوم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ متبادل نظام کی نشان دہی کرے۔ یہ عجیب منطق ہے کہ باقی امور پر تو پالیسی سازی اور متبادل راستوں کا تعین حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر معاملہ اپنے اختیارات کو بڑھانے کا ہو تو یہ کام سارے ضابطوں کو معطل کر کے چند گھنٹے میں کیا جا سکتا ہے لیکن سود سے نجات ہی ایک ایسا معاملہ ہے جس میں اصل ذمہ داری حکومت کی نہیں بلکہ قوم کی ہے کہ وہ حکومت کو بنا بنایا کوئی متبادل نظام لا کر دے تا کہ وہ حرکت کے لائق ہو سکے!

دراصل بیماری کی اصل جڑ ہی یہ ہے کہ حکومت اور اختیار رکھنے والے سارے ادارے اس اہم معاملے پر اپنی ذمہ داری کو نہ صرف یہ کہ محسوس نہیں کرتے ہیں بلکہ بڑی چابک دستی سے ذمہ داری دوسروں پر ڈال دیتے ہیں۔ حالانکہ جس طرح ملک کو درپیش پالیسیاں بنائیں' وسائل حاصل کریں اور ضروری عملی اقدامات کریں اس طرح سود کے مسئلے کے بارے میں بھی اصل ذمہ داری ارباب اقتدار ہی کی ہے اور اس بارے میں کسی راہ فرار کی گنجائش نہیں۔

وزیر اعظم صاحب نے اپنی ۳۱ مارچ کی تقریر میں ایک کمیشن کے قیام کا اعلان کیا ہے جیسے اب تک اس سلسل میں کوئی کام ہوا ہی نہیں اور اب ایک نیا ورق پلٹا جا رہا ہے۔ ہمارے پاس دو نہایت قابل احترام افراد ملک اللہ یار خان ایڈووکیٹ سپریم کورٹ اور ڈاکٹر اسید الیاس علی عباسی کا سوال نامہ آیا ہے جس میں' وزیر اعلیٰ پنجاب سے گفتگو کی روشنی میں' متبادل بنک کاری نظام کے بارے میں کچھ سوال کیے گئے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے ''ان سے وعدہ کیا ہے کہ آپ ہمیں سودی نظام کا متبادل اسلامی نظام معیشت جاری کرنے کے لیے ورکنگ پیپر دیں' ہم فوری طور پر عمل درآمد کے لیے تیار ہیں''۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بھی ایک پریس کانفرنس میں یہ خوش خبری دی ہے کہ میاں محمد شریف' میاں محمد نواز شریف اور میاں شہباز شریف ان سے ملے ہیں اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے تو ۳ سال کی مہلت مانگی ہے

مگر میاں محمد شریف نے کہا ہے کہ ایک سال میں کم از کم ملک کی داخلی معیشت سے سود کو ختم کر دینا چاہیے۔(جسارت کراچی، ۴ اپریل ۹۷)۔ یہ ساری باتیں اس طرح کی جارہی ہیں جیسے کسی نئے کام کا آغاز کیا جارہا ہو اور سادہ کاغذ پر کسی نئی تحریر کا مرحلہ درپیش ہو۔ بلاشبہ یہ کام بہت اہم ہے اور گھمبیر بھی لیکن یہ تاثر کہ کوئی متبادل موجود نہیں ہے اور اسلامی نظام معیشت کے قیام کا مطالبہ کسی خلا میں کیا جارہا ہے یا جہالت پر مبنی ہے، یا صریح دھوکا ہے۔ آج بلاسود متبادل محض کوئی خیالی شے نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پچاس برسوں میں اس سلسلے میں اتنا کام ہوا ہے کہ اگر کوئی مخلص اور اہل قیادت نئے نظام کے قیام کا عزم اور ارادہ رکھتی ہو تو ایک دن کی تاخیر کیے بغیر موثر اقدام کا آغاز ہوسکتا ہے بلاشبہ نیا نظام قائم کرنے میں وقت لگے گا اور تبدیلی کا عمل تدریج اور مناسب حکمت عملی ہی سے انجام دیا جائے گا مگر آج اصل رکاوٹ فکری کام کی کمی یا متبادل نقشہ کار کی عدم موجودگی نہیں، قیادت میں ایمان اور سیاسی عزم وارادہ کی کمی ہے۔ ہم یہ بات کسی تعصب کی بنا پر نہیں کہہ رہے (اللہ تعالیٰ ہمیں ہر تعصب اور جانب داری سے محفوظ رکھے)۔ راقم الحروف پچھلے پچیس برسوں سے ذاتی طور پر ان کوششوں سے وابستہ رہا ہے جو اس سلسلے میں ہوئی ہیں اور اپنے ذاتی علم اور تجربے کی بنا پر یہ بات کہہ رہا ہے کہ اصل رکاوٹ کسی متبادل ماڈل کی کمی نہیں ہے۔ راستہ بہت صاف ہے اور اب تو دوسروں کے عملی نقوش بھی موجود ہیں۔ اصل ضرورت منزل کے شعور اور چلنے کے ارادے اور ہمت کی ہے اور ہماری قیادتوں کا اصل مرض بھی یہی ہے کہ نہ فکر و نظر کے اسلامی اسلوب کو انھوں نے شعوری طور پر اپنایا ہے اور نہ ان میں جرات اور عزم ہے جس کی بنا پر انسان دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر اپنے اصل اہداف کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہو جاتا ہے۔ ایک طرف ذہنوں پر مغرب کے افکار کا غلبہ ہے تو دوسری طرف مفاد پرست عناصر اور عالمی ساہوکاری نظام کے کار پردازوں کا گھیراؤ ہے جو ذہنوں کو مسموم کرنے اور کمزور ارادہ لوگوں کے قدموں کو متزلزل کرنے میں مصروف ہے اور ہمارے ارباب اقتدار کا حال یہ ہے کہ:

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے' کلیسا مرے آگے

ضرورت اس امر کی ہے کہ دماغ میں جو بت خانے آباد ہیں ان کو توڑا جائے اور دل ونگاہ کی مسلمانی کا راستہ اختیار کیا جائے۔ اقبال نے صحیح تشخیص کی تھی:

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک منور ہوں ترے نور بصر سے
اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی؟
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی؟

ایک مغالطہ جو مختلف انداز میں بار بار دیا جاتا ہے وہ سود کے تصور کے بارے میں ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے سامنے بھی سرکاری وکیلوں نے اس مسئلے کو اٹھایا اور سپریم کورٹ میں جو اپیل دائر کی ہے اس میں بھی اس بات کو شامل کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ کیا بنک کا سود ربوٰ کی تعریف میں آتا ہے؟

ہم اس بات کو بالکل دوٹوک انداز میں واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس سلسلے میں عرب دنیا' برعظیم اور جنوب مشرقی ایشیا میں دور غلامی میں جو بحثیں اٹھائی گئی تھیں آج وہ قصہ پارینہ ہیں۔ الحمدللہ گذشتہ پچاس برسوں میں ایک موضوع پر ایسی سیر حاصل بحث ہوئی ہے کہ براہین قاطع کی بنیاد پر یہ بحث ایک اجماع پر منتج ہو چکی ہے اور یہ ہے کہ قرض کے مالی معاملات پر اصل سرمائے پر جو بھی متعین اضافہ پہلے سے طے ہو اور شرط معاہدہ کا حصہ ہو وہ سود ہے۔ خواہ یہ قرض صرفی ضروریات کے لیے ہو' یا پیداواری مقاصد کے لیے' فرد لے رہا ہو یا ادارہ' نجی ہو یا سرکاری' مہاجن ہو یا بنک اور انشورنس کمپنیوں کے ذریعے۔ اس پر پاکستان میں بھی اور عالم اسلام میں بھی مکمل اتفاق رائے ہے اور علما اور ماہرین معاشیات دونوں اس پر متفق ہیں' اس لیے اس بحث

کو از سر نو شروع کرنا علم اور خلوص پر مبنی نہیں بلکہ مسئلے کو الجھانے، تعویق میں ڈالنے یا دھوکا دینے کے مترادف ہے اور انسان اپنے کو تو دھوکا دے سکتا ہے لیکن اللہ کو دھوکا نہیں دے سکتا یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ[البقرۃ ۲:۹]

اسلامی مشاورتی کونسل نے اپنے ۳ دسمبر ۱۹۶۹ کے اجلاس میں فیصلہ کیا تھا کہ:

''اسلامی مشاورتی کونسل اس امر پر متفق ہے کہ ربوٰ اپنی ہر صورت میں حرام ہے اور شرح سود کی بیشی اور کمی سود کی حرمت پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ افراد اور اداروں کے لین دین کی مندرجہ ذیل صورتوں پر مکمل غور و فکر کرنے کے بعد کونسل اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ:

(الف) موجودہ بنک کاری نظام کے تحت افراد، اداروں اور حکومتوں کے درمیان کاروباری لین دین اور قرضہ جات میں اصل رقم پر جو بڑھوتری لی یا دی جاتی ہے وہ داخل ربوٰ ہے۔

(ب) خزانے کی طرف سے مقداری مدت کے قرضے پر جو چھوٹ دی جاتی ہے وہ بھی داخل ربوٰ ہے۔

(ج) سیونگ سر ٹیفکیٹ پر جو سود دیا جاتا ہے وہ ربوٰ میں شامل ہے۔

(د) انعامی بانڈ پر جو انعام دیا جاتا ہے، وہ ربوٰ میں شامل ہے۔

(ھ) پراویڈنٹ فنڈ اور پوسٹل بیمہ زندگی وغیرہ میں جو سود دیا جاتا ہے وہ بھی ربوٰ میں شامل ہے۔

(و) صوبوں، مقامی اداروں اور سرکاری ملازمین کو دیے جانے والے قرضوں پر بڑھوتری ربوٰ میں شامل ہے۔[*Report on Consolidated Recommendations on the "Islamic Economic System" Council of Islamic Ideology, 1983,pp 9-10]*

بعینہ یہی وہ پوزیشن ہے جو اسلامی نظریاتی کونسل اور اس کے ماہرین معاشیات اور

بنک کاروں نے اپنی آخری رپورٹ میں اختیار کی ہے۔ اسی طرح اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے گورنر کی صدارت میں جس بنک کاروں کی کمیٹی نے کام کیا اور ۱۹۸۰ میں اپنی رپورٹ دی اس نے بھی یہی پوزیشن اختیار کی ہے۔ اس طرح ملک کے علما اور معاشی ماہرین اور بنک کار اس پر متفق ہیں۔ نیز وفاقی شرعی عدالت نے اپنے دسمبر ۱۹۸۱ کے تاریخی فیصلے میں اس پوزیشن پر مہر تصدیق ثبت کی ہے جو حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔

یہی پوزیشن عالمی اداروں کی ہے۔ بھارت کے مجمع الفقہ الاسلامی نے دسمبر ۱۹۸۹ میں وہاں کے چوٹی کے علما کے سیمی نار میں جس آخری متفقہ رائے کا اظہار کیا' وہ یہ ہے:

''سود خواہ ذاتی مصارف کے قرضوں پر لیا جائے یا تجارتی و کاروباری قرضوں پر' شریعت اسلامیہ کی نظر میں بہر حال حرام ہے۔ قرآن و سنت' اجماع و قیاس اور امت محمدیہ کا عمل متوارث سب یہی بتاتے ہیں کہ حرمت ربوٰ کے بارے میں اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا کہ قرض لینے کا مقصد اور محرک کیا ہے۔ سود کی حرمت پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں پڑتا کہ شرح سود کم ہے یا زیادہ' مناسب حد تک کم ہے یا مناسب حد تک زیادہ۔ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا۔ دونوں صورتیں بہر حال حرام ہیں۔ (سہ ماہی ''بحث ونظر'' پھلواری شریف پٹنہ' شمارہ ۸' جنوری تا مارچ ۱۹۹۰' صفحہ ۱۳)

سرکاری سطح پر وزرائے خارجہ کی تنظیم کی قائم کردہ اسلامی فقہ اکیڈمی نے بھی اس مسئلے پر دسمبر ۱۹۸۵ میں غور کیا اور وہ بھی اسی نتیجے پر پہنچی۔ فقہ اکیڈمی کی قرارداد نمبر ۳ میں طے کیا گیا کہ:

''بنکوں اور نظامِ بنک کاری میں اسلامی اصولوں کے نفاذ کے بارے میں:

(ا) ان تمام قرضوں پر' جنھیں ایک مدت کے بعد ادا کیا جاتا ہے' کوئی اضافہ (خواہ اس کا نام نفع ہی کیوں نہ ہو) اگر قرض دار سے وقت پر ادا نہ کر سکے' یا کسی بھی قرض پر اضافہ یا نفع جسے قرض دینے کے وقت معاہدے کے حصے کے طور پر رکھا گیا ہو' دونوں ربوٰ کی تعریف میں

آتے ہیں اور شریعت میں حرام ہیں۔

(۲) (سود کے بغیر) متبادل بنیادوں پر بنک قائم ہونے چاہییں جو اسلامی احکام کے مطابق کام کریں اور معاشی سہولتیں فراہم کریں۔

(۳) اکیڈمی تمام مسلمان ممالک سے اپیل کرتی ہے کہ وہ شریعت کے اصولوں کے مطابق کام کرنے والے بنک قائم کریں تاکہ مسلمانوں کی تمام ضروریات ان کے ایمان کے مطابق پوری کی جاسکیں اور ان کے عمل اور دین میں عدم مطابقت نہ رہے۔

یہی وجہ ہے کہ خود آئی ایم ایف کے سرکاری کاغذات میں مسلمان امت کی جو پوزیشن اس مسئلے کے بارے میں بیان کی گئی ہے، وہ یہ ہے:

''مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی بنک کاری نظام کے مطالعے کا آغاز اس کی بنیادی اصطلاحات کی تعریف سے کیا جائے۔ ربوٰ ایک شرعی اصطلاح ہے جو زر کے استعمال پر پہلے سے طے شدہ اضافے سے عبارت ہے۔ ماضی میں اس امر پر نزاع ملتا ہے کہ ربوٰ سے مراد سود ہے یا یوژوری (USURY)، لیکن اب مسلمان اہل علم کے درمیان اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ اس اصطلاح کا اطلاق سود کی ہر شکل پر ہوتا ہے اور اس کا مصداق محض مناسب سے زیادہ سود (excessive interest) نہیں۔ پس آگے کے مباحث میں ربٰو اور سود بطور مترادف استعمال کیے جائیں گے اور اسلامی نظام بنک کاری کے معنی وہ نظام ہوگا جس میں سود کی ادائیگی یا وصولی ممنوع ہوگی جب کہ ایک سودی یا روایتی بنک سے مراد وہ ادارہ ہوگا جس میں مالی فنڈ کے استعمال پر سود وصول کیا جاتا ہے، یا دیا جاتا ہے۔

(International Monetary Fund Staff Papers, Vol xxxiii No. 1, March 1986, Islamic Interest-free Banking, a Theoretical Analysis by Mohsin S. Khan p-4-5)

نصف صدی کے علمی مباحث کا بے لاگ جائزہ اس امر کو بالکل مبرہن کردیتا ہے کہ سود

کے بارے میں جو سوالات اور شبہات اٹھائے گئے تھے وہ غیر حقیقی ہیں اور قرآن وسنت نے سود کو اس کی ہر شکل میں حرام قرار دیا ہے خواہ وہ قدیم ساہوکاری کی شکل میں ہو یا جدید بنک کاری کی، ضرورت مندوں کے صرفی قرضوں سے متعلق ہو یا تجارتی اور پیدا آوری قرضوں سے، نجی دائرے میں ہو یا سرکاری، نیم سرکاری دائرے میں، کم شرح پر ہو یا زیادہ شرح پر۔ یہ اتفاق رائے امت کا ایک عظیم سرمایہ ہے اور اب گڑے مردے اکھاڑنے کے بجائے سیدھے سبھاؤ ساری کوششیں اس امر پر مرکوز ہونی چاہییں کہ سود سے کیسے نجات پائی جائے اور متبادل نظام کے خدوخال کیا ہوں۔

علمی اور نظری میدان میں اس کامیابی کے ساتھ دوسری بڑی کامیابی جو پچھلے تیس سال میں حاصل ہوئی ہے وہ بلا سود بنک کاری کے اصول و ضوابط، نظامِ کار، مالیاتی آلات (Financial Instruments) اور سرمایہ کاری کی حکمت عملیوں کی تجویز وتسوید ہے۔ اس سلسلے میں بڑی عرق ریزی کے ساتھ تحقیقات کی گئی ہیں اور بڑی دقت نظر سے متبادل نظام کا نقشہ بنایا گیا ہے۔ اس سلسلے کی ابتدائی کوششیں تو ۱۹۳۰ اور ۴۰ کے عشروں میں ہوئی تھیں اور اس میں سب سے زیادہ راہ کشا کام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مرحوم، ڈاکٹر انور اقبال قریشی مرحوم اور استاذ باقر الصدر شہید نے کیا تھا۔ پھر جدید معاشیات کے ماہرین میں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر محمد عزیز، ڈاکٹر محمود ابوسعود نے ابتدائی کام کیا جسے گذشتہ پچیس برسوں میں محققین کی ایک ٹیم نے سنوارنے اور مزید آگے بڑھانے میں قابل قدر حصہ لیا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر احمد نجار، ڈاکٹر ساحی محمود، ڈاکٹر عمر چھاپرا، ڈاکٹر صدیق ضریر، ڈاکٹر معبد جرحی، ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، ڈاکٹر وقار مسعود، ڈاکٹر محمد، ڈاکٹر محمد فہیم خان، ڈاکٹر محمد عارف اور درجنوں اہل علم نے بڑی مفید خدمات انجام دیں۔ کم از کم دو درجن ایسی تحقیقی کتابیں شائع ہوئی ہیں جن میں نئے نظام کے خدوخال واضح کیے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض کے مصنفین کو اسلامی ترقیاتی بنک کا ایوارڈ اور

شاہ فیصل ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔

پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ، جو معاشیات اور بنک کاری کے ماہرین کی رپورٹ پر مبنی ہے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس رپورٹ میں جو ۱۹۸۰ میں پیش کی گئی تھی، پاکستان ہی نہیں کسی بھی جدید ملک کی داخلی معیشت کو مکمل طور پر سود سے پاک کرنے کا بڑا حقیقت پسندانہ نقشہ کاری (blue print) پیش کیا گیا ہے۔ اسٹیٹ بنک کے گورنر کی صدارت میں مرکزی بنک کی ایک کمیٹی نے بھی اسی موضوع پر ۱۹۸۱ میں کام کیا اور اس کا دیا ہوا نقشہ بھی نظریاتی کونسل کے نقشے سے بہت قریب ہے۔ نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر مارچ ۱۹۸۱ ہی میں ایک عالمی سیمی نار میں بحث ہوئی اور اس کی سفارشات کی بحیثیت مجموعی توثیق کی گئی، نیز مزید کچھ سفارشات کی گئیں جو انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکونومک (اسلام آباد) اور انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز (اسلام آباد) کی طرف سے *Money and Banking in Islam* کے نام سے شائع ہوئی ہیں۔ ۱۹۸۹ میں انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکونومکس نے ایک ورکشاپ اس موضوع پر منعقد کیا کہ سرکاری لین دین سے سود کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے۔ اس ورکشاپ کی رپورٹ *(Report of the workshop on elimination of interest on Govt. transactions)* شائع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد جون ۱۹۹۲ میں کمیشن فار اسلامائزیشن آف اکونومی نے اپنی عبوری رپورٹ بنک کاری کو سود سے پاک کرنے کے بارے میں دی جسے ابھی تک شائع نہیں کیا گیا بلکہ قانون کے مطابق سینیٹ اور اسمبلی تک میں پیش نہیں کیا گیا۔ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز نے ایک سیمی نار معیشت سے سود کو ختم کرنے کے بارے میں ۱۹۹۳ میں منعقد کیا جس میں معاشیات اور بنک کاری کے تقریباً ایک سو ماہرین نے شرکت کی۔ اس کی روداد کے بھی ایڈیشن ۱۹۹۴ اور ۱۹۹۵ میں *Elimination of Riba from the Economy* کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

یہ سارا کام پاکستان کے حالات کی روشنی میں متبادل نظام کا ایک واضح خاکہ پیش

کرتا ہے اور ہر شعبہ کے لیے متبادل تجویز کرتا ہے۔

بیرونی قرضوں کے بارے میں بھی کام ہوا ہے۔ اس کے لیے انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز کی مندرجہ بالا رپورٹ اور خود انحصاری کمیٹی کی رپورٹ میں واضح رہنمائی موجود ہے۔ بلکہ خود انحصاری کمیٹی کی رپورٹ میں تو ایک اس طرف قانون کا خاکہ موجود ہے جو اس کام کو انجام دینے کے لیے درکار ہے اور دوسری طرف باقاعدہ econometric model کی مدد سے تین سال میں معیشت سے سود کو ختم کرنے کا پورا پروگرام بھی دیا گیا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ متبادل نظام کا مطالبہ کرنے والے نہ ان چیزوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور نہ ان پر عمل کرتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ اگر ان کے ذہنوں میں ان پیش کردہ خطوط کے بارے میں کوئی اعتراضات اور خدشات ہیں تو ان پر گفتگو نہیں کرتے جس سے ان کی عدم توجہی اور غیر سنجیدگی کا پتا چلتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اس تمام کام میں جو سفارشات پیش کی گئی ہیں وہ ان کے ذوق یا خواہش کے مطابق نہیں ہیں اس لیے وہ ان باتوں کے وجود کا انکار کر دیتے ہیں یا پھر "غضِ بصر" سے کام لیتے ہیں اور رٹ لگائے ہوئے ہیں کہ متبادل کہاں ہے؟

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

ہم نے اوپر صرف اس کام کی طرف اشارہ کیا ہے جو پاکستان میں ہوا ہے، باقی مسلم ممالک میں بھی خصوصیت سے عرب دنیا، ملایشیا اور خود مغرب کی یونی ورسٹیوں اور تحقیقی اداروں میں جو کام اس وقت ان موضوعات پر ہو چکا ہے اور جسے مغرب کی جامعات نے بھی اعلیٰ تحقیقاتی کام شمار کیا ہے، اس کی فہرست اور تعارف ایک الگ مقالے کا محتاج ہے۔

بات صرف علمی کام اور نظری طور پر متبادل نظام کی نقشہ گری تک محدود نہیں ہے، الحمدللہ پچھلے تیس برسوں میں بلاسود بنک کاری محض ایک نظریہ نہیں رہی ہے بلکہ ایک جیتی جاگتی حقیقت

بن چکی ہے۔ بلاشبہ ابھی بہت سا کام کرنا ہے اور بڑے مراحل طے کرنا ہیں مگر جو کچھ حاصل کیا جاچکا ہے وہ اسلامی اصول بنک کاری کا لوہا منوانے کے لیے کافی ہے۔

بالکل نچلی اور عوامی سطح پر تو بلاسودی انداز میں بچتوں کو جمع کرنے اور وسائل کی فراہمی کا کام ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے، انفرادی سطح پر ہی نہیں اداروں کی سطح پر بھی ہوتا رہا ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے حیدرآباد دکن میں پہلی جنگ کے بعد کے تجربات پر تحقیقی کام کیا تھا اور دکھایا تھا کس طرح کروڑوں روپے کی سرمایہ کاری اس نظام کے ذریعے ہو رہی تھی۔ پچھلے چالیس برسوں میں جو تجربات ہوئے ہیں ان میں مصر کا مت غمر بنک *(Mit Ghamr Bank)* ہے جو ۱۹۶۳ سے ۱۹۶۷ تک کام کرتا رہا اور اس کے بعد اس نے ناصر سوشل بنک (۱۹۷۱) کی شکل میں نیا روپ اختیار کیا۔ یہ ادارے نہایت کامیابی سے دس بارہ سال چلتے رہے جس پر مغرب کے محققین نے تحقیق کی اور انھیں کامیاب ابتدائی تجربات قرار دیا۔ (ملاحظہ ہو *T.Wholus* کی تحقیقی رپورٹ:

Arab of Islamic Banks: New Business Partners Partners for Develping Countries مطبوعہ پیرس، *OECD* ۱۹۸۳)

اسی طرح ملائیشیا میں ۱۹۶۳ میں حاجیوں کے لیے بنک سیونگ کارپوریشن قائم ہوئی جسے ۱۹۶۹ میں تبوک حاجی *(Tabuk Haji)* کے نام سے باقاعدہ ایک بنک کاری کا ادارہ بنا دیا گیا جس میں دس لاکھ کھاتہ داروں نے ایک ارب ڈالر سے زیادہ سرمایہ لگایا ہے۔ اس کے تحت پانچ کمپنیاں کام کر رہی ہیں اور نہایت کامیابی سے بنک کاری اور حج کے انتظامات کی خدمات انجام دے رہی ہیں۔

۱۹۷۵ میں پہلا باقاعدہ تجارتی بنک *Dubai Islamic Bank* کے نام سے دوبئ میں قائم ہوا۔ اسی سال ۲۸ مسلمان ملکوں کے تعاون سے جدہ کا *Islamic Development Bank* قائم ہوا جس کے اب ۵۰ مسلمان ممالک ممبر ہیں۔ ان باب کشا *(pioneering)* بنکوں کے بعد گذشتہ بیس سال میں سو سے زیادہ بلاسودی بنک قائم ہوئے۔ دو بڑے مالیاتی گروپ

DMI اور *Al-Baraka* متعدد ملکوں میں بلاسود بنک کاری کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف اسلامک بنکس کے سیکرٹری جنرل کی ایک تازہ رپورٹ (نومبر ۱۹۹۶ء *The Present State of Islamic Banks*) کے مطابق اس وقت خلیجی کونسل کے ممالک میں ۱۷، بقیہ شرق اوسط میں ۲۲، افریقہ میں ۳۰، جنوبی ایشیا میں ۴۷ اور یورپ اور امریکہ میں ۴ بلاسودی بنک یا مالیاتی ادارے کام کر رہے ہیں۔ ان بنکوں کا کل سرمایہ ۶ بلین ڈالر، ان میں موجود امانات (*deposits*) ۷۷ بلین ڈالر اور ان کے کل اثاثے (*assets*) ۱۶۶ بلین ڈالر ہیں۔ سرمائے کی تقسیم کے اعتبار سے شرق اوسط کے بنکوں کا حصہ ۵۵ فی صد، خلیجی کونسل کے ممالک کا حصہ ۲۳ فی صد اور جنوب ایشیا کا ۱۵ فی صد ہے۔ ان بنکوں کی کل شاخیں اس وقت اکیس ہزار ہیں اور ان میں دو لاکھ اکہتر ہزار ملازمین کام کر رہے ہیں۔ ان اداروں کے operations کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے وسائل کا ۳۰ فی صد اندرونی تجارت، ۱۹ فی صد صنعت، ۱۳ فی صد سروس سیکٹر، ۱۲ فی صد اراضی اور املاک، اور ۸.۵ فی صد زراعت کی مالی ضروریات پورا کرنے پر صرف ہو رہا ہے۔

ہمیں یہ دعویٰ نہیں کہ یہ بنک ہر اعتبار سے معیاری ہیں۔ البتہ یہ دعویٰ بلاخوف و تردید کیا جا سکتا ہے کہ اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود ان بنکوں نے دنیا کے سامنے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بلاسود بنک کاری ممکن ہے اور اپنی کارکردگی اور نفع آوری کے اعتبار سے روایتی بنک کاری سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

کیسی ستم ظریفی ہے کہ ان تجربات کی موجودگی میں ہمارے اربابِ سیاست متبادل نقشہ طلب کر رہے ہیں۔

تینوں اہم میدانوں [(*i*) سود کی حقیقت اور تصور کی وضاحت، (*ii*) نظری طور پر بلاسود بنک کاری اور مالیاتی نظام کے نقشہ کار کی صورت گری اور (*iii*) کمرشل اور انوسٹمنٹ بنک کاری کے میدان میں عملاً بلاسودی اداروں کا قیام اور ان میں کچھ کی بائیس سال پر پھیلی ہوئی کامیاب

خدمات -------] میں گذشتہ چالیس برسوں میں جو کچھ حاصل کیا گیا ہے اس کے ایک سرسری جائزے کے بعد ضروری ہوتا ہے کہ ہم تعین کے ساتھ یہ بھی بتائیں کہ پاکستان میں یہ تجربہ کیوں کامیاب نہ ہو سکا اور گاڑی کس طرح پٹڑی سے اتری۔

تفصیل میں جانے کا موقع نہیں لیکن مختصراً سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جو حکمت عملی اسلامی نظریاتی کونسل اور دوسرے اسلامی معاشیات کے ماہرین نے پیش کی تھی اس پر پہلے قدم (فروری ۱۹۷۹) کے بعد کوئی حقیقی پیش رفت نہ ہو سکی۔ نظریاتی کونسل اور ہم سب کی تجویز یہ تھی کہ ایک متعین تدریج کے ساتھ بنک کاری ہی نہیں، پوری معیشت کو سود سے پاک کیا جائے۔ سب سے پہلے ان اداروں سے آغاز ہو جن کے نظام کو فوراً تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے ہم نے نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ، آئی سی پی کا میوچل فنڈ اور ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کا انتخاب کیا تھا، اس کے بعد ہم نے صنعت کے لیے *Banker's Equity* کے قیام کا منصوبہ دیا اور زرعی بنک، سمال انڈسٹریز کارپوریشن، کوآپریٹوز اور ان اداروں کو پابند کیا کہ چھوٹے کاشتکار، چھوٹے تاجر اور چھوٹی صنعت کو سرمایہ فراہم کریں تاکہ *grassroot* پر عام آدمی کو سب سے پہلے بلاسود سرمایہ کاری کی سہولت میسر ہو سکے جس سے روزگار کے مواقع بھی عام آدمی کو میسر آسکیں گے اور غربت اور افلاس کو دور کرنے میں بھی مدد ملے گی۔ دوسرے مرحلے پر جسے ایک سال کے اندر شروع ہونا تھا، ہم نے سرکاری شعبے سے سود کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ ہماری رائے میں اصل ساہوکار مرکزی حکومت اور ایک حد تک صوبائی حکومتیں بن گئی ہیں۔ اس کا اندازہ ان حقائق سے کیجیے کہ ۱۹۸۰ سے آج تک سرکاری شعبے میں سودی کاروبار نجی سیکٹر کے مقابلے میں چار سے پانچ گنا زیادہ ہے۔ ۱۹۹۵ کے آخر کے جو اعداد و شمار ۹۶-۱۹۹۵ کے معاشی سروے میں دیے گئے ہیں ان کی رو سے مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی سود کی آمدنی ۳۰۸ بلین روپے تھی اور سود بصورت خرچہ 115.25 بلین روپے۔ کل سرکاری قرض (ملکی) ۲۴-۸۵۵ بلین روپے تھا اور مرکزی اور صوبائی قرضوں پر ادا کیا جانے والا

سود ۱۲۵.۹۶ بلین روپے۔ بیرونی قرضہ جواب ۳۰ بلین ڈالر سے زیادہ ہو چکا ہے اس پر مستزاد۔ اس کا مقابلہ اگر آپ کمرشل بنکوں کے ایڈوانسز (Advances) سے کریں تو ۱۹۹۵ کے آخر میں کارپوریٹ سیکٹر اور انفرادی کل ایڈوانس صرف ۳۴۴.۹ ارب روپے تھے جب کہ سرکاری قرضہ ۸۵۹.۲۴ ارب روپے اور صرف سرکاری سیونگ اسکیموں میں ۳۰۳.۸۹ ارب کی وصولی تھی (اسٹیٹ بنک کی سالانہ رپورٹ ۹۶۔۱۹۹۵)۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ سب سے پہلے جس سیکٹر کو سود سے پاک کرنے کی ضرورت ہے وہ یہی سرکاری سیکٹر ہے۔ یہی بات اسلامی نظریاتی کونسل نے کہی تھی اور یہی موقف خود انحصاری کمیٹی کا تھا۔ لیکن اس سیکٹر کو نہ صرف یہ کہ اس پورے زمانے میں ہاتھ تک نہیں لگایا گیا بلکہ اس میں سودی کاروبار گذشتہ ۱۵ سال میں دوگنا اور تین گنا ہو گیا ہے۔

ہماری تجویز تھی کہ پہلے تجارتی بنکوں کی اصلاح ہو اور اس میں اصل توجہ اثاثہ جات (Bank Assets) کو اسلامی احکام سے ہم آہنگ کرنے کی ہوتا کہ سرمائے کہ استعمال کی راہیں کھلیں اور سود سے پاک ہو کر کھلیں جب کہ ڈیپوزٹس کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرنا نسبتاً آسان تھا۔ حکومت نے ترتیب الٹ دی اور ساری توجہ ڈیپوزٹس کے نظام کو بدلنے پر صرف کی اور اثاثہ جات کی اصلاح اور اس کے لیے جس قانونی ڈھانچے کی ضرورت تھی وہ نہ بنایا۔ ہماری تجویز تھی کہ کمپنی لا، ٹیکس کے نظام، کارپوریٹ لا اتھارٹی، اسٹاک ایکسچینج ان سب کو اس طرح تبدیل کیا جائے کہ نیا معاشی infra-structure وجود میں آسکے۔ اس کے ساتھ ہی قانونی طور پر سود کو ختم کیا جائے۔ تمام تحفظات اور محرکات جو سود کو حاصل ہیں وہ نفع و نقصان پر مبنی سرمایہ کاری کو دیے جائیں۔ بنک اور مالیاتی اداروں کے عاملین کی تربیت کے لیے مناسب ادارے قائم کیے جائیں اور موثر انتظامات کیے جائیں۔ نیز عوام کی تعلیم کا انتظام ہوتا کہ حلال و حرام سے واقفیت ہو اور نئے نظام کے لیے عوامی تائید حاصل کی جا سکے۔ اسٹیٹ بنک کو اس پورے کام میں ایک مرکزی کردار ادا کرنا تھا۔ لیکن حکومت نے ان میں سے کوئی اقدام نہ کیا۔

اصل اسکیم کو گڈمڈ کر کے تجارتی بنکوں میں PLS اکاؤنٹ کھولے اور ماک اپ کے نام پر سود کو نئی زندگی عطا کر دی۔ نیز حکومت خود اس زمانے میں مسلسل سود بانڈ اور سرٹیفکیٹ جاری کرتی رہی، ملک میں بھی اور زر مبادلہ کے لیے بھی' اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ حتیٰ کہ اب ''قرض اتارو' ملک سنوارو'' اسکیم کے تحت جو قرضے حاصل کیے جا رہے ہیں ان کا ۹۰ فی صد بھی سودی بنیاد ہی پر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ اصل رکاوٹ اربابِ اقتدار کے فکر و نظر کا بگاڑ اور ارادہ و عزم کی کمی ہے اور جب تک یہ درست نہ ہوں محض تجاویز اور متبادل صورتوں کے انبار لگانے سے کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ بلکہ سرکاری رپورٹوں' کمیشنوں اور کمیٹیوں کا تو یہ حال ہے کہ رپورٹیں موجود ہیں جن پر کوئی عمل نہیں ہوتا اور نئی کمیٹیاں قائم کر دی جاتی ہیں اور اس بڑھیاں کی طرح اپنی محنت ضائع کی جاتی ہے جو سوت کاتتی ہے اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا (النحل ۱۶:۹۲)۔ بلاشبہ تحقیقی کام کی بھی ضرورت ہے اور عوام کی تعلیم و تربیت کی بھی' مردان کار کی ٹریننگ کا بھی انتظام ہونا چاہیے لیکن سب سے پہلے دل و نگاہ کی اصلاح اور موثر سیاسی عزم (political will) کی ضرورت ہے جن کے بغیر کوئی منزل سر نہیں کی جاسکتی۔

صرف عبرت کے لیے اور ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے جو متبادل کا گلا کرتے ہیں اور حقائق سے صرف نظر' ایک اقتباس ورلڈ بنک کے ایک برادر ادارے انٹرنیشنل فائی نانس کارپوریشن کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی رپورٹ سے دے دوں جو میں نے خود انحصاری کمیٹی کی رپورٹ میں بھی دیا تھا۔ اس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ایک اسٹیج پر یہ عالمی مالیاتی ادارے اس امر پر غور کر رہے تھے کہ اگر پاکستان سود کو ختم کر دیتا ہے اور حقیقی اسلامی بنک کاری اور سرمایہ کاری سے ہٹ کر کوئی راستہ اختیار کرنے کو تیار نہیں' تو پھر وہ کس طرح اپنے معاملات کو

اس سے ہم آہنگ کریں، لیکن داد دیں ہماری قیادت کو کہ اس نے ان کو یقین دلا دیا کہ اسلام کی باتیں صرف دل بہلانے کے لیے ہیں، عمل کے لیے نہیں، اس لیے ان کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو IFC رپورٹ نمبر IFC/P-587 مورخہ دسمبر 1987۔

"A change to Islamic modes of financing has been considered by IFC but this would be contrary to the Government (of Pakistan) intentions for foreigen loans. Adoption by a foreign lender of Islamic instruments could be construed as undermining Goverments policy to exempt foreign lender from this requisit".

''انٹرنیشنل فائی نانس کارپوریشن نے اسلامی سرمایہ کاری کے طریقوں کے اپنانے کے بارے میں غور کیا لیکن یہ بیرونی قرضوں کے بارے میں حکومت (پاکستان) کے منشا کے خلاف ہوتا۔ اگر بیرونی قرضہ دینے والے اسلامی طریقے اور ذرائع اختیار کرتے ہیں اور تو اسے اس سرکاری پالیسی کو غتربود کرنے کی کوشش سمجھا جائے گا جس کے تحت بیرونی قرض دینے والوں کو ان (اسلامی) مطالبات سے مستثنیٰ رکھا جارہا ہے''۔

اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے بورڈ آف گورنرز تو پاکستان کے دستور کی اسلامی دفعات اور خصوصیات سے، وفاقی شرعی عدالت سے، سود کے بارے میں اختیارات کی تحدید کے ختم ہونے کے امکان کی روشنی میں اپنے رویے میں تبدیلی کرنے کے لیے فکرمند ہے مگر ہمارے حکام ان کو تسلی دیتے ہیں کہ کوئی خطرہ نہیں، ہم دستور کو بھی بدل دیں گے۔

"We have ben advised by senior Government officials that steps will be taken to rectify this situation in all probability.

''ہمیں سینئر سرکاری افسروں کے ذریعے مطلع کیا گیا ہے کہ پورا امکان ہے کہ اس صورت حال کو بدلنے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں''۔

یہ ہے ہمارے حکمرانوں کا ذہن اور کردار۔ ہمیں ہوا دکھایا جاتا ہے کہ بیرونی مالیاتی ادارے ہمارا حقہ پانی بند کر دیں گے اور ملک تباہ ہو جائے گا اور اگر وہ اسلامی بنک کاری کے اصولوں کو اختیار کرنے کے لیے آمادگی کا اظہار کرتے ہیں تو ان کو روک دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ دستور میں بھی ترمیم کر ڈالی جائے گی مگر سود کی راہ کھوٹی نہیں ہونے دیں گے' وہ شیر مادر کی طرح حلال اور رواں رہے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن نے کہا کہ فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ (البقرہ ۲:۲۷۹) کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔ اور اس جنگ کے نتیجے میں صرف یہی تباہ نہیں ہو رہے' پورا ملک اور پوری قوم عذاب میں مبتلا ہے۔

ہماری مخلصانہ درخواست ہے کہ پہلے خلوص دل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اس جنگ کو بند کرنے کا اعلان کرو۔ سیز فائر کے بغیر کسی اور اقدام کا کیا سوال؟ دستوری ترمیم تو نہ کی جا سکی مگر وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کر دی گئی۔ سپریم کورٹ بھی اس اپیل پر پانچ سال سے خاموش ہے اور ایک بار بھی سماعت کی زحمت نہیں فرمائی گئی...... کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا یہی طریقہ ہے؟ اللہ تعالیٰ غلطی اور فروگذاشت کو معاف کرنے میں بڑا غفور و رحیم ہے لیکن بغاوت اور سرکشی کے باب میں اس کی گرفت بھی بڑی سخت ہے اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ (البروج ۸۵:۱۲)۔ آیئے' بندگی اور اطاعت کا راستہ اختیار کریں' پھر ہر مشکل آسان ہو جائے گی اور ہر بند دروازہ کھل جائے گا۔

(ترجمان القرآن مئی ۹۷ء)

❖❖❖